محمد وسیم اختر مفتی

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے نسب میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ علماے علم نسب کی اکثریت کا کہنا ہے کہ وہ عنز بن وائل کی اولاد میں سے تھے، اس لیے عنزی کہلاتے تھے۔ بکر بن وائل اور تغلب بن وائل کے بھائی عنز بن وائل حضرت عامر کے دسویں جد تھے۔ کچھ لوگ ان کا نسب یمن کے قبیلہ بنو مذحج سے جوڑتے ہیں۔ عنزہ بن اسد بن ربیعہ بھی ان کی نسبت بیان کی گئی ہے، تاہم طبری نے اس کا رد کیا ہے۔ عامر کے دادا کا نام کعب بن مالک تھا۔ سلسلۂ نسب کی دو شاذ روایتوں کے مطابق ان کے دادا کا نام مالک بن عامر یا عامر بن مالک تھا۔ نسابین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ بنو عدی کے عبد العزیٰ کے بیٹے اور حضرت عمر کے والد خطاب بن نفیل کے معاہد و حلیف تھے، اس لیے ان کو عدوی بھی کہا جاتا تھا۔ خطاب نے عامر کو منہ بولا بیٹا بنا رکھا تھا۔ چنانچہ انھیں عامر بن خطاب کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ سورۂ احزاب (۳۳) کی آیت ۵ میں اللہ کا یہ فرمان نازل ہوا:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ.

''لے پالکوں کو ان کے باپوں کے نام سے پکارو، یہی اللہ کے ہاں زیادہ قرین انصاف ہے۔ اور اگر تمھیں ان کے آبا کا علم ہی نہ ہو تو تمھارے دینی بھائی اور تعلق دار ہیں۔''

تو انھیں ان کے اصل نام عامر بن ربیعہ سے پکارا جانے لگا۔

ابو عبد اللہ حضرت عامر کی کنیت تھی۔

حضرت عامر بن ربیعہ کا شمار السابقون الاولون میں ہوتا ہے۔ وہ اسلام کی حقانیت پر ایمان لانے والے اٹھائیسویں

فرد تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی دارارقم میں تشریف نہ لائے تھے۔ حضرت عامر نے زمانۂ جاہلیت کے موحد زید بن عمرو بن نفیل سے نبی موعود صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور ان کی نشانیاں سن رکھی تھیں، یہی وجہ ہے کہ انھیں اسلام کی طرف سبقت کرنے میں کوئی تامل نہ ہوا۔ زید نے کہا تھا کہ میں اسماعیل علیہ السلام کی اولاد، بنوعبدالمطلب میں ایک نبی کی آمد کا انتظار کر رہا ہوں۔ اگر تمھیں زندگی نے مہلت دی اور انھیں دیکھنے کا اتفاق ہوا تو میرا اسلام کہہ دینا۔ چنانچہ عامر مسلمان ہوئے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زید کا سلام پہنچایا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا، زید کے لیے دعاے رحمت کی اور فرمایا: میں انھیں جنت میں ناز و انداز کے ساتھ چلتے پھرتے دیکھ رہا ہوں۔

۵ر نبوی میں قریش کے مظالم سے پسے ہوئے اہل ایمان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کاش تم سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کر جاتے اور وہاں اس وقت تک قیام کرتے جب تک اللہ کشادگی کی راہ نہ نکال دیتا۔ حبشہ امن اور سچائی کی سرزمین ہے، وہاں ایسا بادشاہ حکمران ہے جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔'' چنانچہ رجب ۵ر نبوی میں اہل ایمان کا پہلا قافلہ حضرت عثمان بن مظعون کی قیادت میں سوے حبشہ عازم ہجرت ہوا۔ حضرت عثمان بن عفان، ان کی اہلیہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ، حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ، ان کی بیوی حضرت سہلہ بنت سہیل، حضرت زبیر بن عوام، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابوسلمہ، ان کی زوجہ حضرت ام سلمہ، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت عامر بن ربیعہ، ان کی بیوی حضرت لیلیٰ بنت ابوحثمہ (شاذ روایات: خیثمہ یا حذافہ)، حضرت ابوسبرہ بن ابوہاشم، حضرت حاطب بن عمرو، حضرت سہیل بن بیضا اور حضرت عبداللہ بن مسعود اس قافلۂ اولین میں شامل تھے۔ ابن اسحاق نے دس اور ابن خلدون نے گیارہ کا عدد بیان کیا ہے، تاہم طبری اور ابن ہشام نے چودہ صحابہ شمار کیے ہیں جو نصف دینار کرایہ ادا کر کے ایک یا دو کشتیوں پر حبشہ گئے۔ مندرجہ بالا فہرست میں ہم نے مختلف روایتوں کو جمع کر کے سولہ صحابہ کے نام تحریر کیے ہیں۔ قریش نے مہاجرین کا پیچھا کیا، لیکن وہ ان کے ہاتھ نہ آ سکے۔ چند ماہ کے بعد حضرت جعفر بن ابوطالب کی قیادت میں ستر سٹھ اہل ایمان کا دوسرا گروپ حبشہ روانہ ہوا، اس طرح ہجرت اولیٰ مکمل ہوئی اور کل تراسی اصحاب (بہ شمول عمار بن یاسر جن کا حبشہ جانا ثابت نہیں) حبشہ پہنچ گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد تمام اہل مکہ کے ایمان لانے کی افواہ حبشہ پہنچی تو صحابہ کی ایک تعداد نے مکہ واپسی کا قصد کیا، حضرت عامر بن ربیعہ ان میں سے ایک تھے۔ مکہ کے قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ جو خبر انھیں سنائی گئی تھی، جھوٹ تھی۔ تب کل تینتیس اصحاب چوری چھپے یا کسی مشرک کی پناہ لے کر مکہ میں مقیم ہو گئے۔ ان کی اکثریت نے یہیں سے مدینہ کو ہجرت کی تاہم کچھ افراد کو مشرکوں نے قید کر لیا۔ حضرت عامر بن ربیعہ بھی مکہ میں داخل ہو گئے، لیکن کسی کی پناہ نہ لی۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حضرت عامر بن ربیعہ کی اہلیہ لیلیٰ بیان کرتی ہیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ہمارے حلیف عمر بن خطاب نے ہم پر بہت سختی کی۔ میں حبشہ جانے کے لیے اونٹ پر سوار تھی، عامر کسی کام سے نکلے تھے کہ عمر آ گئے اور مجھ سے پوچھا: ام عبداللہ، کہاں جا رہی ہو؟ میں نے جواب دیا: تم لوگوں نے ہمیں دین میں بہت ایذائیں دی ہیں، ہم اللہ کی اس سرزمین میں جا رہے ہیں جہاں اس کی بندگی کرنے پر ہمیں ایذا نہ پہنچائی جائے گی۔ مجھے عمر کے لہجے میں نرمی نظر آئی، انھوں نے کہا: ''اللہ تمھارے ساتھ رہے'' اور وہاں سے چل دیے۔ حضرت عامر آئے تو میں نے کہا: آپ نے عمر کی غیر معمولی نرمی تو دیکھی ہوتی۔ انھوں نے پوچھا: تمھیں توقع ہے کہ وہ اسلام قبول کر لیں گے؟ میں نے کہا: ہاں۔ عمر کی درشتی سے نالاں حضرت عامر نے کہا: واللہ، جب تک خطاب کا گدھا ایمان نہ لائے، وہ مسلمان نہ ہوں گے۔

بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے دسویں سال، حج کے موقع پر مدینۂ یثرب کے باسی اللہ کی توفیق سے اسلام کی طرف راغب ہوئے۔ حضرت ابوسلمہ اسی وقت مدینہ منتقل ہو گئے اور پہلے مہاجر ہونے کا شرف حاصل کیا۔ ۱۱ر نبوی میں بیعت عقبۂ اولیٰ کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کو مدینہ ہجرت کرنے کا اذن عام دے دیا، تب حضرت عامر بن ربیعہ، ان کی اہلیہ لیلیٰ، حضرت عبداللہ بن جحش، ان کی اہلیہ اور بھائی ابواحمد عبد بن جحش دار ہجرت پہنچے۔ خود ان سے روایت ہے کہ مجھ سے پہلے صرف ابوسلمہ بن عبدالاسد ہی مدینہ آئے تھے، البتہ حضرت عامر کی اہلیہ لیلیٰ بنت ابوحثمہ مدینہ پہنچنے والی پہلی خاتون تھیں۔ حضرت عامر، ابوسلمہ اور بنو جحش (جحش کا کنبہ) مدینہ کے مضافات قبا میں بنو عمرو بن عوف کے محلّہ میں مبشر بن عبدالمنذر کے ہاں مقیم ہوئے۔ حضرت مصعب بن عمیر، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ اور حضرت عمار بن یاسر بھی اسی زمانے میں وہاں منتقل ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یزید بن منذر انصاری (عبادہ: ابن جوزی) سے حضرت عامر بن ربیعہ کی مواخات قائم فرمائی۔

۲ھ، جمادی الثانی یا رجب کے مہینے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی سرگرمیوں کی خبر لینے کے لیے حضرت عبداللہ بن جحش کی سربراہی میں نو (واقدی کے مطابق بارہ) مہاجرین کا ایک سریہ روانہ کیا۔ حضرت عبداللہ کے علاوہ حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ، حضرت عکاشہ بن محصن، حضرت عتبہ بن غزوان، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عامر بن ربیعہ، حضرت واقد بن عبداللہ، حضرت خالد بن بکیر اور حضرت سہیل بن بیضا اس میں شامل تھے۔ یہ چھ اونٹوں پر سوار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ کو ایک خط دے کر فرمایا: مدینہ سے مکہ کی جانب دو دن کا سفر (اٹھائیس میل کی مسافت) طے کر لینے کے بعد وادیٔ ملل پہنچ کر اسے پڑھنا۔ آپ کی ہدایت کے مطابق انھوں نے

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

خط کھولا تو لکھا پایا: ''مکہ اور طائف کے بیچ واقع مقام نخلہ کی طرف سفر جاری رکھو، وہاں پہنچ کر قریش کی نگرانی کرو اور ان کے بارے میں معلومات حاصل کرو۔'' حضرت عبداللہ نے فرمان نبوی پر سمع و طاعت کہا اور ساتھیوں کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کسی کو زبردستی آگے لے جاؤں۔ جو شہادت چاہتا ہے، چلے۔ سب چل پڑے، کوئی پیچھے نہ رہا۔ دستہ بحران کے مقام پر پہنچا تو عتبہ بن غزوان اور سعد کا مشترکہ اونٹ کھو گیا۔ دونوں اسے تلاش کرنے لگ گئے، ابن جحش باقی ساتھیوں کو لے کر چلتے رہے اور نخلہ پہنچ گئے۔ کشمش، کھالیں اور دوسرا سامان تجارت لے کر چار افراد پر مشتمل قریش کا قافلہ گزرا۔ عکاشہ نے سر منڈایا نہ ہوتا تو اہل قافلہ انھیں دیکھ کر خوف زدہ ہو جاتے، وہ مغالطہ میں رہے کہ مسلمان عمرہ کے لیے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اگر قافلے والوں کو آج کی رات چھوڑ دیا تو یہ حدود حرم میں داخل ہو کر مامون ہو جائیں گے اور اگر قتال کیا تو یہ حرام مہینے میں ہوگا۔ کچھ پس و پیش کے بعد انھوں نے حملے کا فیصلہ کیا۔ مشرک کھانا پکانے میں مصروف تھے، واقد بن عبداللہ نے تیر مار کر قافلے کے سردار عمرو بن حضرمی کو قتل کر دیا اور عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو قید کر لیا۔ نوفل بن عبداللہ فرار ہو گیا۔ ہجرت مدینہ کے بعد یہ ساتویں مہم اور پہلا سریہ تھا جس میں کامیابی ملی، عمرو عہد اسلامی کا پہلا قتیل اور عثمان اور حکم پہلے اسیر تھے۔ حضرت عبداللہ بن جحش نے تاریخ اسلامی میں حاصل ہونے والے پہلے مال غنیمت کی اپنے طور پر تقسیم کر کے ۱/۵ حصہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رکھ لیا، حالاں کہ خمس کا حکم نازل نہ ہوا تھا۔ سریۂ عبداللہ بن جحش جنگ بدر کے وقوع کا سبب بنا، کیونکہ اس سے قریش کی معیشت کو سخت دھچکا لگا۔ ان کی تمام تر خوش حالی شام سے تجارت پر موقوف تھی، حبشہ اور یمن سے تجارت کا اتنا حجم نہ تھا کہ وہ اس پر انحصار کر لیتے۔ اس مہم کا دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ قریش پر مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی عسکری قوت کا رعب بیٹھ گیا۔

حضرت عامر نے جنگ بدر، جنگ احد اور تمام غزوات میں حصہ لیا۔

حضرت عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ میں عمرو بن سراقہ کو ہمارے ساتھ بھیجا۔ وہ دبلے اور طویل القامت تھے۔ بھوک سے ان کی کمر دہری ہونے لگی تو ہم نے ایک پتھر ان کے پیٹ پر باندھ دیا۔ مزید ایک دن کے سفر کے بعد کھانا ملا تو عمرو بولے: میں سمجھتا تھا کہ دو پاؤں پیٹ کو سہار سکتے ہیں، کیونکہ پیٹ بھی تو دو ٹانگوں کا بوجھ اٹھا لیتا ہے۔

حضرت عامر بن ربیعہ بتاتے ہیں کہ ایک سیاہ اندھیری رات میں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا۔ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ قبلہ کس طرف ہے۔ ہر شخص نے اپنے اندازے سے قبلے کا رخ متعین کیا اور نماز پڑھ لی۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

صبح ہوئی تو ہم نے یہ معاملہ آپ کے گوش گزار کیا۔ تب اللہ کا فرمان نازل ہوا: 'وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ'، ''اللہ ہی کے ہیں مشرق و مغرب، تم جس طرف بھی منہ کرو اللہ کا رخ ہوگا''۔ (البقرہ ۲: ۱۱۵) (ترمذی، رقم ۳۴۵)۔ ترمذی نے یہ روایت بیان کر کے خود ہی اس کے راوی اشعث بن سعید کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن ماجہ کی روایت مختلف ہے، حضرت عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آسمان ابر آلود ہو گیا اور ہمارے لیے قبلے کا تعین کرنا مشکل ہو گیا۔ ہم نے نماز پڑھ لی اور اپنے رخ کو نشان زد کر لیا۔ بادل چھٹ کر سورج نکلا تو ہمیں معلوم ہوا کہ ہمارا رخ قبلے کی طرف نہ تھا۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو اللہ کا فرمان نازل ہوا: 'وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ' (ابن ماجہ، رقم ۱۰۲۰)۔ سنن ابن ماجہ کے محشّی محمود نصار نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

غزوۂ ذات سلاسل فتح مکہ سے پہلے ہوا۔ ۸ھ میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص کی قیادت میں ایک فوج شام کی سرحد پر آباد قبیلے بنو بلی کی طرف بھیجی۔ دشمن کی تعداد زیادہ تھی، اس لیے حضرت عمرو نے کمک مانگی۔ آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کی سربراہی میں ایک دستہ روانہ کیا، سیدنا ابوبکر و عمر بھی اس میں شامل تھے۔ پانسو سپاہیوں پر مشتمل اس مشترکہ فوج نے حضرت عمرو بن عاص کی کمان میں پورے علاقے میں گشت کیا تو دشمن کی فوج بکھر گئی۔ آخر کار سرحد کے قریب بنو بلی، بنو عذرہ اور بلقین (بنو قین) کی سپاہ سے ان کا سامنا ہوا۔ گھنٹا بھر کی جنگ میں خوب تیر اندازی ہوئی، اس کے بعد دشمن کو شکست ہوئی۔ ایک تیر جیش اسلامی میں شامل حضرت عامر بن ربیعہ کے بازو پر لگا اور وہ زخمی ہو گئے۔

ایک دفعہ حضرت عامر بن ربیعہ کا گزر دوسرے صحابی سہل بن حنیف پر ہوا۔ انھیں نہاتا دیکھ کر حضرت عامر پکارے: میں نے کسی کنواری لڑکی کی بھی جلد ایسی نہیں دیکھی جیسی آج تمھاری دیکھ لی ہے۔ کچھ دیر گزری تھی کہ سہل کو دورہ پڑا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ انھیں فوراً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جایا گیا کہ سہل کو دیکھیں، وہ گرے پڑے ہیں۔ کیا تم سہل کو نظر لگانے کا الزام کسی کو دیتے ہو؟ آپ نے دریافت فرمایا۔ لوگوں نے حضرت عامر بن ربیعہ کا نام لیا۔ آپ نے (غصے سے) فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو نظر لگا کر کیوں مارتا ہے، اگر اس کی کوئی شے بھلی لگتی ہے تو اس میں برکت کی دعا کرے۔ پھر آپ نے پانی منگوا کر حضرت عامر کو اس سے وضو کرنے کو کہا۔ انھوں نے شرم گاہ دھوئی، منہ، کلائیوں تک ہاتھ اور گھٹنوں تک پاؤں دھوئے۔ آپ نے بقیہ پانی سہل پر ڈالنے کا حکم دیا (ابن ماجہ، رقم ۳۵۰۹)۔ یہی واقعہ امام مالک نے اپنی موطا میں دو روایات میں بیان کیا ہے۔ روایت ۱۶۹۰ چند الفاظ کی کمی بیشی

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کے ساتھ سنن ابن ماجہ کی روایت سے ملتی جلتی ہے۔ البتہ 'کتاب الجامع' (کتاب العین) میں درج یہ روایت مختلف متن رکھتی ہے۔ سہل بن حنیف کے بیٹے ابوامامہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد سہل مدینہ کے چشمہ خرار پر نہائے۔ انھوں نے اپنا جبہ اتارا ہی تھا کہ (وہاں پر موجود) حضرت عامر بن ربیعہ ان کے گورے چٹے خوب صورت جسم کو دیکھ کر بولے: میں نے آج جیسا منظر نہیں دیکھا۔ کنواری دوشیزہ کی جلد بھی اتنی نازک نہ ہوگی۔ سہل اسی وقت تکلیف (یا بخار) سے گر پڑے، ان کا الم (یا بخار) شدت پکڑ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا۔ آپ وہاں پہنچے تو سہل نے حضرت عامر کی کہی بات سنائی۔ فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کیوں ہلاک کرتا ہے؟ اس کے لیے خیر و برکت کی دعا کیوں نہیں کرتا؟ نظر لگنا حق ہے، سہل کے لیے وضو کرو۔ عامر بن ربیعہ نے وضو کیا تو سہل بن حنیف بھلے چنگے ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے گئے، انھیں کوئی تکلیف نہ رہی تھی (موطا امام مالک، رقم ۱۶۸۹، احمد، رقم ۱۵۹۲۲)۔ مسند احمد کی روایت ۱۵۶۴۰ اس طرح ہے کہ حضرت عامر اور سہل دونوں نہانے کے لیے نکلے۔ حضرت عامر خود کہتے ہیں کہ میں نے سہل کو نظر لگا دی تو وہ دھڑام سے پانی میں گر گئے۔ انھوں نے میری پکار کا کوئی جواب نہ دیا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا لایا۔ آپ نے سہل کا سینہ ٹھونکا اور دعا فرمائی: اے اللہ، سہل سے نظر کی گرمی، سردی اور بیماری دور کر دے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''نظر لگنا حق ہے'' (بخاری، رقم ۵۷۴۰)۔ یعنی یہ ایک ثابت شدہ امر ہے۔ مسند احمد کی روایت میں تصریح ہے کہ شیطان نظر کے ذریعے آتا ہے اور اسی سے ابن آدم کا حسد ظاہر ہوتا ہے (احمد، رقم ۹۶۳۱)۔ صحیح مسلم کی روایت میں اضافہ ہے: ''اگر کوئی شے تقدیر کو پیچھے چھوڑنے والی ہوتی تو نظر ہوتی'' (رقم ۵۷۵۳)۔ ام المومنین ام سلمہ روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں ایک باندی دیکھی جس کے منہ پر چھائی تھی۔ آپ نے فرمایا: اسے دم کراؤ، اسے نظر لگ گئی ہے (بخاری، رقم ۵۷۳۹)۔ اس کے برعکس مضمون پر مشتمل صحیح بخاری ہی کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں ایک بڑا گروہ دیکھا جو افق پر چھا گیا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے، ان میں ستر ہزار افراد ایسے ہیں جو بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے۔ پھر وضاحت فرمائی: یہ وہ لوگ ہیں جو بری فال لیتے نہ دغواتے نہ منتر کراتے تھے۔ یہ تو اپنے رب پر بھروسا کرتے تھے (رقم ۵۷۵۲)۔ طبری کا کہنا ہے کہ ایسا توکل وہی کر سکتا ہے جس کا دل خوف سے خالی ہو اور وہ موذی درندوں اور جانی دشمنوں سے بھی نہ ڈرتا ہو۔ ایک مومن کا یہی مقصود ہونا چاہیے، تاہم اسباب کا سہارا لینا ضروری امر اور سنت نبوی ہے (فتح الباری)۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

علما کی اکثریت نے نظر بد کا بیان کرنے والی روایتوں کو من وعن قبول کیا ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے موطا امام مالک پڑھاتے ہوئے یہ تبصرہ کیا کہ نظر بد بھی اعمال سفلیہ کی طرح کی ایک چیز ہے۔ اس میں اتنی ہی تاثیر ہوتی ہے جتنی سحر میں ہوتی ہے۔ موطا امام مالک کی دونوں روایتوں میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ پہلی روایت کے راوی محمد بن ابی اسامہ، جبکہ دوسری محمد بن شہاب زہری سے مروی ہے۔ پہلی روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عامر بن ربیعہ کو وضو کرنے اور سہل بن حنیف کے لیے برکت کی دعا کرنے کو کہا جس سے سہل اچھے ہو گئے۔ یہ بات قرین قیاس اور شریعت کے مزاج کے مطابق ہے۔ دوسری روایت میں ابن شہاب نے اس کو ایک ٹوٹکا بنا کر پیش کیا ہے۔ ان کے کہنے کے مطابق جس آدمی سے نظر بد لگی ہو، اس کو نہلایا جائے۔ تمام اعضا حتیٰ کہ زیر جامہ کے اعضا کو بھی دھو کر پانی ایک برتن میں جمع کیا جائے اور وہ تمام کا تمام مریض کے اوپر ڈالا جائے تو نظر بد کا اثر ختم ہو جائے گا اور مریض تندرست ہو جائے گا۔ یہ سب اوہام ہیں، ان کو حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ زہری کے مقاصد میں یہ بات بھی رہی ہے کہ یہود کے اعمال سفلیہ کو اسلام میں گھسایا جائے۔ ایمان بالجبت (اعمال سفلیہ پر ایمان) یہود کی خصوصیت رہی ہے۔ ٹونے ٹوٹکے وغیرہ سب جبت کے قبیل میں سے ہیں۔ روایت میں بیان کردہ غسل کے طریقہ کے لیے شاہ ولی اللہ نے بھی لکھا ہے کہ یہ ابن شہاب کی اپنی گرہ ہے۔ (تدبر حدیث) صحیح مسلم کی مندرجہ بالا روایت: ۵۷۵۳ میں یہ بھی ہے کہ (نظر اتارنے کے لیے) ''اگر تمھیں غسل کرنے کو کہا جائے تو غسل کرو۔'' گویا نظر بد کا سبب بننے والے کو اس حکم کو لازمی ماننا ہوگا۔ ابن حجر کا خیال ہے کہ نظر بد دور کرنے کے لیے غسل کرنا عربوں کے ہاں پہلے سے مروج تھا۔ محمود نصار کہتے ہیں کہ ہم سنن ابن ماجہ کی حدیث میں بیان کیے گئے نظر بد کو دور کرنے کے طریقہ کی وضاحت نہیں کر سکتے، کیونکہ یہ ان امور میں سے ہے جو عقل سے ماورا ہیں۔

بری نظر کا تصور ہر معاشرے میں رہا ہے۔ ایرانی اسے زخم چشم (یا چشم بد) کا نام دیتے ہیں، عرب 'العین الحسود' کہتے ہیں، انگریز evil eye اور اطالوی malocchio کے نام سے پکارتے ہیں۔ افلاطون کے مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے یونانی ادیب پلوٹارک (Plutarch) نے یہ نظریہ پیش کیا کہ حاسد کے اندرون سے ایسی شعاعیں نکلتی ہیں جو زہر آلود برچھیوں کی طرح دوسرے پر اثر کرتی ہیں۔ اسکندر نے اپنی مہم جوئی کے دوران میں یہ اعتقاد مشرقی دنیا میں پہنچایا اور یورپی استعماری اسے امریکا لے گئے۔ حیرت ہے کہ یہی بات ابن قیم نے فزاء کے حوالے سے لکھی اور کہا کہ نظر کے یہ تیر صرف ان لوگوں پر اثر نہیں کرتے جو متنبہ ہوتے ہیں اور انھوں نے روک کا کوئی بندوبست کر رکھا ہوتا ہے۔ انھوں نے نظر کی تاثیر ثابت کرنے کے لیے پرزور دلائل دیے اور ان لوگوں پر خوب برسے جو اس تاثیر

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کو نہیں مانتے۔ ابن قیم کے دلائل یہ ہیں:

ارواح کی تاثیر اتصال جسمانی کے علاوہ محض آمنے سامنے ہونے سے، نظر کے ذریعے، دعاؤں اور تعویذوں سے یا وہم و خیال سے ہو سکتی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنوں اور نظر لگنے سے پناہ مانگا کرتے تھے، یہاں تک کہ معوّذتین نازل ہوئیں۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سورتوں کا ورد کرتے اور باقی اذکار کو ترک فرما دیا (ترمذی، رقم ۲۰۵۸)۔

جس طرح سانپ کی نظر سے انسان دہشت زدہ ہو جاتا ہے، اسی طرح ایک انسان کی دوسرے انسان پر نظر بھی اثر رکھتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: (عام) سانپوں، دو دھاریاں رکھنے والے اور چھوٹی یا کٹی دم والے (خاص سانپوں) کو مار دو، کیونکہ یہ نگاہ زائل کر دیتے ہیں اور حمل گرا دیتے ہیں (بخاری، رقم ۳۲۹۷)

'وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِھِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکْرَ'، 'اور یہ کافر جب قرآن کی یاددہانیاں سنتے ہیں تو اس طرح آپ کو دیکھتے ہیں، گویا اپنی نگاہوں کے زور سے آپ کو ڈگمگا دیں گے' (القلم ۶۸: ۵۱) (زادالمعاد)۔

دنیا بھر میں یہ نظریہ عام ہو گیا تو بری نظر سے محفوظ رہنے کے لیے تمام مذاہب کے حاملین نے طرح طرح کے تعویذ گنڈے اور نظر پٹو تخلیق کیے۔ طب کی تیس سالہ پریکٹس کے دوران میں ہم نے یہی تجربہ کیا کہ نظر بد انھی لوگوں پر اثر کرتی ہے جو نفسیاتی طور پر مغلوب ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ خود پر، اپنے بچوں یا دھن دولت پر اتراتے ہیں۔ خود ستائی کے بعد وہ اس وسوسے میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ کہیں یہ مال و اولاد ان سے چھن نہ جائے، پھر ہر آفت کو نظر بد سے منسوب کر دیتے ہیں۔ گویا labile psyche (کمزور شخصیت) نظر لگنے کے عمل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ جو لوگ عزم و اعتماد اور مضبوط شخصیت رکھتے ہیں، انھیں کوئی خاص اثر نہیں ہوتا۔

۱۶ھ میں بیت المقدس کا محاصرہ طول کھینچ گیا تو شہر والے اس شرط پر ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہوئے کہ خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر بذات خود شہر کی کنجیاں وصول کریں اور معاہدۂ صلح پر خود دستخط کریں۔ حضرت عمر فاروق نے اہل رائے سے مشورہ کیا تو اکثریت نے ان کو خود جانے کا مشورہ دیا۔ وہ مدینہ سے ایک لشکر لے کر روانہ ہوئے، مقدمۂ جیش پر حضرت عباس بن عبدالمطلب کو مامور کیا، حضرت عثمان بن عفان، حضرت عامر بن ربیعہ، حضرت طلحہ بن عبیداللہ،

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حضرت اسید بن حضیر، حضرت علقمہ بن مجزر لشکر میں شامل تھے۔ حضرت عامر نے امیر المومنین کا پرچم اٹھا رکھا تھا۔ شام کے شہر حوران کے قصبہ جابیہ پہنچے تو حضرت عمر نے اپنے کمانڈروں یزید بن ابوسفیان، خالد بن ولید اور ابوعبیدہ بن جراح سے صلاح مشورہ کیا۔ جابیہ میں بیت المقدس کے لاٹ پادری صفرنیوس کے ایلچی ان سے معاہدۂ صلح کرنے آئے۔ جابیہ ہی میں حضرت عمر نے اپنا مشہور خطبہ دیا جس میں اسلام کی بنیادی تعلیمات بتانے کے ساتھ تقدیر پر بحث کرنے سے سختی سے منع کر دیا (ترمذی، رقم ۲۱۶۵، ابن ماجہ، رقم ۲۳۶۳، احمد، رقم ۱۱۴)۔

خلیفۂ سوم سیدنا عثمان حج پر روانہ ہوئے تو حضرت عامر بن ربیعہ کو مدینہ کا قائم مقام حاکم مقرر کیا۔ عہد عثمانی کے اواخر میں فسادیوں نے حضرت عثمان پر طعن زنی شروع کی۔ حضرت عامر کے بیٹے عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ اسی زمانہ میں ایک رات حضرت عامر تہجد پڑھتے پڑھتے سو گئے۔ خواب میں ایک شخص نے کہا کہ اٹھ کر اللہ سے دعا مانگو کہ وہ تمھیں اس فتنہ میں پڑنے سے بچائے جس سے اس نے اپنے صالح بندوں کو محفوظ رکھا ہے۔ بیدار ہو کر انھوں نے نوافل مکمل کیے، انھی الفاظ میں دعا مانگی اور بیمار پڑ کر گھر میں مقید ہو گئے۔ اسی بیماری میں انھوں نے وفات پائی اور ان کا جنازہ ہی گھر سے نکلا۔

۳۳ھ یا ۳۷ھ میں حضرت عامر بن ربیعہ کا انتقال ہوا۔ ۳۱ھ اور ۳۲ھ کا سن بھی بیان کیا گیا ہے۔ واقدی کا کہنا ہے کہ وہ حضرت عثمان کی شہادت (۳۵ھ) کے کچھ دن بعد فوت ہوئے۔ اس زمانہ میں وہ گھر سے باہر نہ نکلتے تھے۔ جنازہ اٹھایا گیا تو ہی لوگوں کو ان کی بیماری کا علم ہوا۔ ابن حجر نے ۳۷ھ اور ذہبی نے ۳۵ھ کو درست سن وفات سمجھا ہے۔

ابونعیم اصفہانی نے ان الفاظ میں حضرت عامر بن ربیعہ کو خراج تحسین پیش کیا ہے کہ عامر عطیات میں کوئی رغبت نہ رکھتے تھے، وہ زمین اور جائیداد سے بے نیاز تھے۔ انھوں نے ذکر الٰہی سے مساجد اور تمام مقامات کو آباد رکھا۔ فتنوں میں مبتلا نہ ہوئے اور پاک دامنی کی زندگی بسر کی۔ عامر کی بے نیازی اور ان کے غنا کی وضاحت کرنے کے لیے اصفہانی نے یہ روایات بیان کیں: ایک رئیس نے انھیں قطعۂ زمین دینا چاہا تو جواب دیا کہ مجھے تمھاری اراضی کی کوئی حاجت نہیں۔ آج ہی ایک سورت نازل ہوئی ہے جس نے ہمیں دنیا سے بے پروا کر دیا ہے۔ 'اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمۡ وَهُمۡ فِیۡ غَفۡلَةٍ مُّعۡرِضُوۡنَ'، ''لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا ہے اور وہ غفلت میں منہ موڑے جا رہے ہیں'' (الانبیاء ۲۱: ۱)۔ حضرت عامر کے بیٹے عبداللہ نے حضرت عامر کی زبانی بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کسی سریہ میں بھیجتے تو کھجوروں کے ایک تھیلے کے علاوہ کچھ نہ دیتے۔ امیر سریہ ہمیں ایک ایک مٹھی دے دیتا۔ وقت گزرنے کے ساتھ کھجوروں کی تعداد کم ہوتی جاتی حتیٰ کہ ایک وقت میں ایک کھجور پر گزارا کرنا پڑتا۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

عبداللہ نے پوچھا: ایک کھجور سے کیا بنتا ہے؟ یہ کم نہیں ہوتی بچے، حضرت عامر نے جواب دیا: ایسا بھی ہوتا کہ ہمارے پاس یہ ایک کھجور بھی نہ ہوتی، اس لیے ہم اسی پر قناعت کرنے لگے (احمد، رقم ۱۵۶۳۲)۔

حضرت عامر بن ربیعہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر سے حدیث روایت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والے ہیں، ان کے بیٹے حضرت عبداللہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت ابوامامہ بن سہل۔ حضرت عامر بن ربیعہ کی بیان کردہ چند روایات: حضرت عامر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اونٹنی پر بیٹھے سر کے اشارے سے نوافل پڑھ رہے تھے۔ جدھر کو سواری جاتی، آپ کا رخ ادھر ہی ہوتا۔ فرض نمازیں آپ اس طرح ادا نہ فرماتے تھے (بخاری، رقم ۱۰۹۷، احمد، رقم ۱۵۶۳۵)۔ دوسری روایت میں حضرت عامر کہتے ہیں کہ اونٹنی کا یہ سفر جس میں آپ نے کجاوے پر بیٹھ کر نوافل ادا کیے، رات کے وقت ہوا (بخاری، رقم ۱۱۰۴، مسلم، رقم ۱۵۶۵)۔ حضرت عامر نے یہ فرمان نبوی بھی روایت کیا ہے: ''تم میں سے کوئی جنازہ جاتا دیکھے اور اس کے ساتھ چل نہ سکتا ہو تو اپنی جگہ پر کھڑا ہو جائے اور اس وقت تک کھڑا رہے جب تک جنازہ آگے نہ گزر جائے'' (بخاری، رقم ۱۳۰۸، مسلم، رقم ۲۱۷۶)۔ فرمان نبوی کا باقی حصہ حضرت عامر ہی کی روایت کردہ اگلی روایت میں مذکور ہے: ''جو جنازے کے ساتھ جائے، اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک جنازہ زمین پر نہ رکھ دیا جائے۔'' (بخاری، رقم ۱۳۱۰)۔

مطالعۂ مزید: السیرۃ النبویۃ (ابن ہشام)، الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، تاریخ الامم والملوک (طبری)، الجامع المسند الصحیح (بخاری، شرکۃ دارالارقم)، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء (ابونُعیم اصفہانی)، المنتظم فی تواریخ الملوک والامم (ابن جوزی)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبدالبر)، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (ابن اثیر)، الکامل فی التاریخ (ابن اثیر)، البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر)، تاریخ الاسلام (ذہبی)، زاد المعاد (ابن قیم)، کتاب العبر و دیوان المبتداء والخبر (ابن خلدون)، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (ابن حجر)، حیاۃ الصحابۃ (محمد یوسف کاندھلوی)، تدبر حدیث، موطا امام مالک (امین احسن اصلاحی)، Evil eye (Wikipedia)۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org